خدام الدین

لاہور

اصل سیرت رسول قرآن ہے

زمانہ حال میں مجالس ہائے سیرت کا نظام بھی اس قسم کا ایک خواب آور نشہ ہے جو عوام مسلمانوں کو پلایا جا رہا ہے۔ تحریک کو چلانے والے یہ سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر جن لوگوں نے ان کو یہ نقد دیا، ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنے دماغوں میں یہ خیال جما لیں کہ اسلام کی تمام تر اثر آفرینی قرآن کی بجائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے نظیر شخصیت میں مضمر ہے ——— اگر آئندہ بھی کوئی ایسی شخصیت بروئے کار آگئی تو ممکن ہے کہ یہ اثر دوبارہ پیدا ہو سکے ———

(امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ؒ)

۱۲ مارچ ۱۹۷۶ء
۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

[illegible] پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور، پاکستان

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمان کا احترام

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان کو گالی دینا شرع کے خلاف ہے اور اس سے لڑائی کرنا اسلام سے انکار کرنا ہے۔

فسوق کے معنی ہیں مقررہ قاعدے کی طرف سے بے پروائی کرنا یعنی شرع کو مانتے ہوئے کوئی ایسا کام کرنا جو شرع کے خلاف ہو۔ سباب کے معنی ایک دوسرے کو گالی دینے کے ہیں۔ اور گالی ظاہر بات ہے کہ دوسرے کے دل کو دکھاتی ہے۔ اسلام کا معاشرہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا دل دکھائے۔ قتال کے معنی ہیں مار ڈالنے کی نیت سے ایک دوسرے پر حملہ کرنا۔ اس میں نرا دل دکھانا ہی نہیں ہے بلکہ زندگی کو ختم ہی کر دینا ہے اس میں اللہ عزوجل کا اور اس کے مقرر کیے ہوئے قانون کا انکار ہے۔ گویا اللہ کے قانون کو چھوڑ کر اپنے قانون بنانا ہے اور یہ فسوق سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ فسوق میں اللہ کے قانون کا انکار نہیں ہوگا۔ صرف ایمان کی کمزوری کی وجہ سے اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

ایسی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ مسلمانوں کو اپنے اخلاق و عادات کے سنوارنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ بلکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ادا کرنے کے مقررہ طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اخلاق ہی کے درست کرنے کا ذریعہ ہیں۔ جو شخص ان کو تو پورا کرے لیکن اس کی عادتیں خراب اور اخلاق برے ہوں تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی اس کے اندر خامی ہے اور وہ ویسا مسلمان نہیں ہوا جیسا کہ اسلام بنانا چاہتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ جب اس نے اپنا دین اسلام بنایا ہے تو اس کے مطابق پورے طور پر چلنے کی کوشش کرے۔ اپنی عادتیں درست کرے، کسی کے ساتھ زبان درازی نہ کرے، خواہشوں کو لگام دے اور ذرا ذرا سے اشتعال پر آپے سے باہر نہ ہو جائے۔ روپیہ پیسہ کمانے میں حرام و حلال طریقوں کا خیال رکھے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آج کل گالی گلوچ مسلمانوں ہی کی زبان سے زیادہ سننے میں آتی ہیں۔ قتل کر دینا بھی ان کے ہاں معمولی بات ہے، ویسے وہ نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، حج کو بھی جاتے ہیں، زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں۔ لیکن اخلاق میں عموماً اوروں سے گرے ہوئے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر غضب ناک ہو جاتے ہیں اور چھوٹتے ہی گالیوں پر اتر آتے ہیں بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ وہ کسی کی بھی ٹیڑھی بات نہیں سن سکتے۔

مسلمانوں کو واقعی شرم آنی چاہیے کہ ان میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جنہیں عجیب عجیب القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً غنڈے، خونی، ڈاکو، بدمعاش وغیرہ۔

پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے لیکن یہاں کے اخبار پڑھئے تو جرائم کی فہرست پڑھتے پڑھتے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ مسلمان اور جرائم!

یا اللہ! تو ہمارے حال پر رحم فرما۔ سوا اس کے کیا کہا جائے کہ ہمارا ایمان کمزور ہو چکا ہے۔ اے اللہ! ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما۔

اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی

اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے پایاں اور لاتعداد احسانات میں سے ایک احسان جس کو خود حضرت حق نے بطور احسان ذکر فرمایا حضور ختمی مرتبت رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔ اللہ تعالیٰ جو رب کائنات ہیں اور جنہوں نے انسانیت کی تربیت دینی و دنیوی کا ہر دور میں اہتمام و انصرام فرمایا اپنے اپنے وقت پر خلق خدا کی ہدایت کے لیے اپنے "منتخب بندے" بطور رسول و نبی مبعوث فرماتے رہے۔ ان قدسی صفات انسانوں میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوم کو یہ بات فرمائی کہ ـــــ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ

جن لوگوں نے اس آسمانی آواز کو گوش نیوش سے سنا اور دل میں جگہ دی وہ کامیاب و کامران ہو گئے اور جو تمرد و سرکشی کا شکار ہوئے وہ ذلت و خواری کی قعرِ مذلت میں جا گرے۔

اسی قانون ازل کے مطابق آج سے چودہ سو سال قبل وادی غیر ذی زرع میں قریش کی سب سے زیادہ قابل احترام شاخ "بنو ہاشم" میں اس بچہ نے جنم لیا جو سلسلہ ہدایت کی آخری کڑی ثابت ہونے والا تھا اور جس کی آمد کے بعد آسمانی بادشاہت کی تکمیل کا اعلان ہو گیا۔

اس "معصوم" نے زندگی کے چالیس سال اس ماحول میں گزارے جو فسق و فجور کی آماجگاہ تھا اور جہاں رذائل و اخلاق ذمیمہ پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھے۔ لیکن تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اس سعید الفطرت انسان نے اخلاقی برتری اور شرف انسانی میں وہ کمال حاصل کیا تھا کہ بڑے چھوٹے سبھی اس کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے اور اس کی قابل صد رشک زندگی کا بڑے غور سے مطالعہ کرتے۔ آخر جب اس کے پاس "ناموس اعظم" نے آکر اسے بتلایا کہ خدائے قادر و قیوم نے

اپنی نیابت کا تاجِ زریں اس کے سر پر رکھا ہے۔ اور یہ کہ اسے ربع مسکون پر پھیلی ہوئی پوری دنیا کی ہدایت کے لیے منتخب کیا ہے تو اس نے مرضیٔ مولیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے اس کٹھن راہ میں بادیہ پیمائی شروع کر دی۔

پھر دنیا جانتی ہے کہ وہ جو ع "بعد از خدا بزرگ توئی" کا مصداق تھا۔ جسے خالقِ کائنات نے احسنِ تقویم کے سانچے میں ڈھال کر بنایا تھا —— جو رحمۃ للعالمین اور رؤف و رحیم تھا، اسے مشکلات و مصائب کے بے پناہ سیلاب سے دوچار ہونا پڑا —— مخالفین و حاسدین کا مقصد صرف یہ تھا کہ مالک الملک کی شاہی و فرمانروائی کے بجائے ہمارے بتوں کا سکہ چلتا رہے لیکن اس "قائدِ اعظم و اکرم" نے خداداد عزم و استقامت سے سیلاب کا رخ پھیر دیا اور دنیا والوں پر واضح کر دیا کہ میں بتوفیقِ ایزدی اپنے کام میں مشغول رہوں گا۔ کوئی ترغیب و ترہیب مجھے خدا کی طرف سے متعینہ راستہ سے ہٹا نہیں سکتی۔ بالآخر وہ وقت آیا کہ پروردگارِ عالم نے اس عالم کے علمبردار اور ہدایت و سعادتِ انسانی کے آخری داعی کو اپنے مخالفین پر غلبہ و فتح عطا فرمائی اور اس کے مقابلہ میں جس جس نے خدا سے اپنے تعلق کا راگ الاپا۔ اس پر واضح کر دیا کہ مجھ تک پہنچنے کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ اب ایک ہی راہ ہے جس پر چل کر تم میرا قرب و تعلق حاصل کر سکتے ہو اور وہ ہے "محمدی راہ"

خدا نے واضح فرمایا کہ میرا پیارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں مضمر ہے اور یہ کہ جو قانون اس کے واسطہ سے میں نے بھیجا ہے۔ اب اسی قانون کے مطابق زندگی گزارنے والے میرے پیار کے مستحق ہوں گے۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اس دور کے تمام فراعنہ، نماردہ، دجاجلہ اور اپنی خدائی کے مدعی ایک ایک کر کے اپنی موت آپ مر گئے۔ اور کائناتِ عالم میں ہر چہار طرف اسی قانون و آئین کی باتیں ہونے لگیں۔ جو درِ یتیم کے قلبِ انور پر خدا نے اتارا تھا۔

اس آوازۂ حق و صداقت کی گونج نے کسریٰ و قیصر کے ایوانہائے بلند و بالا کو ہلا کر رکھ دیا۔ نہیں بلکہ وہ زمین بوس ہو گئے اور عدل و مساوات کا دور دورہ ہو گیا۔

آج جبکہ اطراف و اکناف عالم میں پوری دنیا ایک خطرناک قسم کی بے چینی و اضطراب کا شکار ہے سیاسی عدم استحکام، معاشی افراتفری، جرائم کی بہتات اور اخلاقی قدروں کے زوال نے سکھ اور چین چھین لیا ہے۔ ایسے میں بالخصوص اس ہادیٔ مکرم کے نام لیواؤں کا فرض ہے کہ وہ رسمی اور زبانی عقیدت و محبت کے گورکھ دھندوں سے ایک قدم آگے بڑھائیں اور جن دینی و ایمانی بنیادوں پر آسمانی بادشاہت کے سب سے بڑے نمائندہ نے مدینہ طیبہ کی سٹیٹ استوار کی تھی، انہی بنیادوں پر اپنی نشأۃ ثانیہ کا آغاز کریں اور اس طرح نہ صرف اپنے دکھوں کا مداوا کریں بلکہ کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکنے والی انسانیت کو بھی نجات دلائیں۔

یاد رکھیں کہ جلوس ہائے میلاد اور جلسہ ہائے سیرت ہمارے دکھوں کا علاج نہیں بلکہ "صاحبِ سیرت" کے اسوۂ حسنہ پر عمل سے بات بنے گی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

وما علینا الا البلاغ

بیادِ شمس الدین شہیدؒ

۱۳ / مارچ ۱۹۷۴ء کی ایک خون آشام شام کو جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان کے امیر اور بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر مولانا سید شمس الدین شہید کر دیے گئے۔

اس واقعہ پر پورے دو سال گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک "قاتل" کیفرِ کردار تک نہیں پہنچے باوجودیکہ صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے ذمہ دار عناصر نے اس امر کا اعلان کیا تھا کہ مولوی شمس الدین شہید کے قاتلوں کو عبرتناک سزا دی جائے گی

جواں سال و بلند ہمت سید شمس الدین کیوں شہید کیے گئے؟

اس لیے کہ انہوں نے ظلم کے آگے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا۔

اس لیے کہ انہوں نے بلوچستان کو کالونی سٹیٹ بنانے کے دیرینہ خواب کو ہمیشہ کے لیے دفنا دیا تھا۔

اس لیے کہ وہ ضمیر فروشی کے لیے طیار نہ تھے۔

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

انکارِ حدیث

مرتب :- عبد اللطیف شریک دورۂ حدیث باب العلوم کہروڑ پکا،

ابتداء آفرینش سے حق تعالیٰ کا یہ اصول مقرر ہے کہ وہ جب کسی قوم کو گم کردہ راہ پاتے ہیں تو ان کی رہبری کے لئے کسی ہادی کا انتخاب فرماتے ہیں جو کرہ ارضی میں بسنے والوں میں اخلاق و کردار کے لحاظ سے غیر معمولی اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔

وہ پیامبر رشد و ہدایت اگر کسی نئی شریعت کا حامل ہو تو نبی و رسول اور دیگر شریعت سابقہ کا مبلغ و مجدد ہو تو نبی کہلاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے کچھ عرصہ بعد ہدایت خلق کا قرعہ فال خطہ عرب کے (عرب اپنے جغرافیائی حدود کے اعتبار سے دنیا کا وسطی علاقہ ہے) ہاشمی یتیم کے نام پڑا۔ اور نوع انسانی کے لئے فلاح و سعادت کا آخری دستور حیات ان پر نازل کیا گیا۔ اس منشور زندگی کی علمی و عملی ترجمانی محسن اعظم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کی گئی۔ فریضہ ترجمانی سے عہدہ برا ہونے کے لئے محسن انسانیت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب ہدایت کے اعجازی رموز و نکات اصول و ضوابط، اوامر و نواہی غرضیکہ زندگی بسر کرنے کے جملہ قوانین کی کبھی تو اپنی مطہرہ و منزہ زبان فیض ترجمان سے اور کبھی مقدس و پاکیزہ افعال سے واضح ہدایت فرمائی۔ اور کبھی ان واقعات و مشاہدات سے جو آپ کے سامنے پیش آئے اور آپ نے ان پر سکوت فرما کر ان کے قابل عمل ہونے کی تصویب فرمائی۔ ان سب کو حدیث کہتے ہیں۔ لفظ حدیث لغوی لحاظ سے بات چیت اور عام گفتگو کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ فبای حدیث بعدہٗ یومنون آپ کس بات پر اس کے بعد یقین لائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ واما بنعمت ربک فحدث، اور اپنے رب کے احسان کو بیان کر۔ مگر اصطلاح شریعت میں ہر اس خبر کو کہتے ہیں جس میں حضور علیہ السلام فداہ ابی و امی کے کسی قول و عمل یا تقریر کا ذکر ہو۔ تقریر سے مراد کسی قول و عمل کی نبوی تصدیق و توثیق ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام کے سامنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کی یا کہی ہو اور آپ نے انکار نہ فرمایا ہو اس کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ جب تک کسی قول و فعل پر لسان نبوت کی تصدیقی مہر ثبت نہ ہو وہ امت کے لئے قابلِ عمل نہیں۔ گویا نطق نبوت صلی اللہ علیہ وسلم شریعت میں حرفِ آخر ہے۔ بلکہ بقول مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم۔ حدیث انسانیت کے اہم ترین انقلابی عہد تاریخ کا حقیقی ذخیرہ بالفاظ دیگر مذہب سیاست اخلاق و معاشرت جیسے اہم پہلو حدیث کے بغیر تشنۂ تکمیل رہ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ قرآن حکیم کی وہ تفسیر جو حدیث رسول کو نظر انداز کر کے کی گئی ہو اس کو خلق خداوندی کے لئے باعث ضلالت تو کہا جا سکتا ہے۔ باعث ہدایت ہرگز نہیں۔

قرآن حکیم ضابطہ حیات کے طور پر نازل ہوا ہے اور زندگی کے جملہ قوانین و ضوابط چاہے ان کا تعلق مذہب و سیاست سے ہو یا معاش و معاد سے۔ گویا انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی ہے۔ اس دستوری لائحہ عمل کے اجراء و نفاذ کے لئے رسالت مآب جیسی جامع شخصیت کو واسطہ بنایا گیا۔ جس کی شہادت خود قرآن حکیم میں موجود ہے فرمایا :- قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ؕ یعنی اعلان فرما دیجئے کہ اے لوگوں میں جمیع انسانوں کے لئے اللہ کی جانب سے رسول ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک اے رسول جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔ خالق و مخلوق کے مابین کسی جامع ہستی کا واسطہ ہونا لازمی تھا۔ کیونکہ حصول نجات مرضی حق پر منحصر ہے۔ مرضیات و نامرضیات کا معلوم کرنا انسانی عقل و فکر سے مافوق ہے۔ اس لئے کہ انسان اپنے ہم جنس دوسرے انسان کی خوشی اور ناخوشی کے وجوہ اس کے بن بتلائے نہیں جان سکتا۔ تو خالق کی رضا اور ناراضگی کے وجوہ و اسباب اس کے بیان کئے بغیر کون جان سکتا ہے۔ دنیاوی شہنشاہوں کا دستور ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مابین اپنے احکام و قوانین خود لے کر نہیں جاتے بلکہ اپنے فرستادہ مقاصد کے ذریعہ سے بھیجتے ہیں

اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اس کام کے لیے جس کو منتخب فرماتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی رضا و بندگی کے طریقے لوگوں کو بتلاتا ہے اور اس کی زندگی لوگوں کے لیے نمونہ واسوہ ہوتی ہے۔ اور اس امر کی مظہر ہوتی ہے کہ اس کی ہر ادا منشاء خداوندی کے عین مطابق اور رضا جوئی کا ذریعہ ہے۔ اس کی اتباع خدا کی اتباع اور اس کی نافرمانی خدا کی نافرمانی کے مترادف ہے قرآن مجید میں ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ بقول شخصے

گفتہ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

قرآن حکیم میں احکام شرعیہ کے قواعد کلیہ کا ذکر ہے۔ واقعات جزئیہ پر انطباق اور اس کے حکم کا اخراج باری تعالیٰ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگایا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ انا انزلنا الیک الذکر لتبیّن للناس جس کا مفہوم یہ ہے۔ ہم نے قرآن پاک آپ کی طرف اس لئے اتارا ہے کہ آپ اس کتاب کے معانی ومقاصد کی وضاحت مبہم کی تفسیر اور مجمل کی تفصیل کریں۔ معانی ومقاصد کی وضاحت مبہم کی تفسیر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں فرمائی۔ اسی کا نام حدیث ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حدیث کا انکار کر کے قرآن مجید کو کلام الٰہی ہی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ قرآن کے ماننے والے قرآن کے عطا کرنے والے پر اعتماد ہی کی بناء پر تو مانتے ہیں۔ اگر قرآن دینے والے پر اعتماد نہیں تو قرآن پر کیونکر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کا کلام الٰہی ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے معلوم ہوا ہے۔ اور اگر آپ کی زبان اقدس پر اعتماد نہ کیا جائے تو قرآن حکیم کا کلام الٰہی ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث (قرآن مجید کلام الٰہی ہے) پر تو ایسا پختہ یقین کر لیا جائے کہ وہی ایک قول ہدایت ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر احادیث العیاذ باللہ قابلِ قبول نہیں۔

دراصل منکرین حدیث منکرین قرآن ہیں۔ کیونکہ حدیث رسولؐ کا قطعی ہونا قرآن مجید میں روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ فرمایا بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی تاکہ آپ لوگوں کے باہمی فیصلے کریں۔ اور فیصلے بھی اس سے جو کچھ اللہ سجھائے۔ اس آیت میں آپ کو امت کے لئے فیصل بنایا گیا ہے۔ کیا حضورؐ نے فیصلے فرمائے ہیں یقیناً فرمائے۔ ہزاروں لاکھوں فیصلے فرمائے۔ جس کا انکار کسی کو بھی نہیں۔ کیا یہ تمام فیصلے بعینہٖ قرآن حکیم میں موجود ہیں؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ اور بما اراک اللہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلے اللہ کی طرف سے تھے۔ جن الفاظ میں آپؐ نے صادر فرمائے صحابہؓ نے انہی الفاظ کو محفوظ کر لیا۔ اور انہی الفاظ کو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ فیصلے خطا کا احتمال بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ ایک بشر کی زبان سے صادر ہوئے ہیں۔ تو اسے قرآن حکیم کی معرفت سے محروم کہا جائے گا۔ کیونکہ حدیث رسول بھی وحی ہوتی ہے۔ جس کی شہادت قرآن حکیم نے ان الفاظ میں دی وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ نبی کا کلام خواہشات پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ وہ وحی ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا القاء بھی خداوند قدوس کی طرف سے کیا گیا ہوتا ہے اور باقی رہا یہ سوال کہ فرشتہ کا آنا اور آکر اطلاع دینا کہ منشأ خداوندی یہی ہے۔ یہ صرف قرآن حکیم کے لئے تو ثابت ہے اسی لئے اس کو وحی من اللہ کہا جائے گا۔ لیکن حدیث رسول کے لئے فرشتہ کا آنا ثابت نہیں لہٰذا اس کو وحی کہنا بھی صحیح نہیں۔ یہ سوال بھی غیر معقول اور قرآن حکیم سے عدم موانست کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ وحی کے لئے فرشتے کا آنا کوئی ضروری نہیں۔ بلکہ بسا اوقات بغیر فرشتہ کے آنے سے بھی وحی ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں واضح طور پر اس بات کا اظہار کیا گیا ہے۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ۔ ترجمہ اور کسی انسان کا حق نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کلام کرے۔ مگر بذریعہ وحی یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیجدے کہ وہ اس کے حکم سے القاء کرے۔ اس آیت میں باری تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کی حالت اوّل بذریعہ وحی بغیر فرشتہ کی آمد کے ہے۔ کیونکہ فرشتہ کی وساطت کا تذکرہ تیسری حالت میں مذکور ہے۔ لہٰذا حدیث رسول وحی من اللہ حدیث کا انکار کر کے قرآن مجید کو کافی ووافی سمجھنا سادہ لوح انسانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ اور ایک شاطرانہ چال ہے جیسے خوارج نے ان الحکم الا للہ کا شاطرانہ نعرہ لگایا تھا۔ یعنی بات تو درست ہے لیکن مقصد خبیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک خاتون صاحبہ آئیں اور عرض کیا کہ مجھے اطلاع ملی ہے آپ فلاں فلاں باتیں کہتے ہیں۔ او گودنے والی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں۔ حالانکہ میں نے قرآن حکیم اوّل تا آخر پڑھا ہے۔ مگر مجھے تو یہ حکم کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تو نے غور وفکر سے قرآن حکیم پڑھا ہوتا تو ضرور نظر آجاتا۔ پھر فرمایا۔ اما قرأت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ کہ جس چیز کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیں اس کو لے لیا کرو۔ اور جس چیز سے منع فرمائیں رک جایا کرو۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد

عزیز الرحمٰن خورشید، بھیرہ

عالم انسانیت کی فضا روحانی کا ایک انقلاب عظیم جو چھٹی صدی عیسوی کے آخری ربع میں ظاہر ہوا وہ رحمتِ الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبز و شاداب کیا اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل، شریعت ربانی کے ارتقاء کا آخری مرتبہ اور سعادت بشری کا آخری پیام اور وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی۔ اس لیے کہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تمام دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کا یوم پیدائش اور تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا۔

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝

"اے پیغمبرِ اسلام! ہم نے آپ کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا، سعادت انسانیت کی خوشخبری پھیلانے والا، کفر و ضلالت کے بد انجام سے ڈرانے والا، اللہ کی طرف اس کے بندوں کو بلانے والا اور دنیا کی تاریکیوں کے لیے ایک چراغ نورانی بنا کر بھیجا۔"

آج خلیلؑ و ذبیحؑ کی دعا مجسم بن کر جلوہ گر ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ کا ظہور ہوا یعنی نور کے تڑکے بی بی آمنہ کے بطن مبارک سے وہ لعل جہانتاب پیدا ہوا جس نے ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں گری ہوئی مخلوق کو راہ ہدایت بتلائی ؎

وہ اٹھا خاک بطحا سے سعادت کا امیں ہوکر
علمبردار حق بن کر سپہ سالار دیں ہوکر

اس کی آمد پہ ملائکہ نے سلام پڑھا، غلمان نے خوشی کے ترانے گائے، بلبلیں مسکرانے لگیں ؎

ملائک، حور و غلماں نعرہ زن ہیں آسمانوں پر
مبارک ہو، شہِ ہر دوسرا تشریف لاتے ہیں

ظلمت کی جگہ اجالا آ گیا، کسریٰ ایران کے کنگرے گر پڑے، ادیانِ باطلہ کی نبضیں ڈوبنے لگیں، خواب غفلت میں سوئی ہوئی اقوام بیدار ہوکر تلاشِ حق میں مصروف ہو گئیں، لوگوں پر دین و دنیا کی ترقی کے راستے کھل گئے۔ متلاشیان حق کو معرفت الٰہی حاصل ہو گئی۔ غریبوں کا ملجا، یتیموں کا والی، اپنوں اور غیروں کا غمخوار، بیواؤں اور غلاموں کا سہارا بن کر عبداللہ کا یتیم آیا۔

اس نومولود نے جب آنکھ کھولی تو عبدالمطلب خوشی سے اچھل پڑے۔ سراپا رحمت کو گود میں اٹھا کر بیت اللہ کا طواف کیا اور اس خیال سے کہ یہ نومولود انسانوں کا ممدوح ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھا۔ آپؐ کا عالم وجود میں آنا کتنا بابرکت ہوا اس کا زمانہ گواہ ہے ؎

وہیں وہیں سحر ہوتی جہاں جہاں گزر گیا

سلام ہو! اس رحمت للعالمین پہ جو حق و صداقت کا مرکز، نور و ہدایت کا روشن سیارہ حسن و خوبی اور کمال و بلندی کا عرش اعظم تھا جو اس تاریک دنیا میں قوموں کی ہدایت اور ملکوں کی رہنمائی کے لیے تشریف لایا ؎

تیرے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا فضل ربانی
تیری صورت، تیری سیرت، تیرا نقشہ، تیرا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

اس دُرِّ یتیمؐ کی مقدس سیرت میں تمام نبیوں اور

رسولوں کی سیرتیں اور خوبیاں سمٹ کر سما گئیں۔ اس کے اوراق زندگی میں آدمؑ کا خُلق، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسماعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، داؤد کا لحن، یعقوبؑ کا صبر، یوسفؑ کا حسن، موسیٰؑ کا جلال اور عیسیٰؑ کا جمال موجود تھا۔

اس محسن کائنات کا اسوۂ حسنہ انسانوں کے لیے مرکز حیات اور منبع علم و عرفان ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

آپ کے اسوۂ حسنہ میں مذہبی، مجلسی، روحانی، جسمانی، دیوانی، فوجداری، عسکری، اصلاحی، ثقافتی، معاشرتی اور مادی غرضیکہ ہر شعبہ ہائے زندگی کے احکام علمی اور عملی صورت میں موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے رموز حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے فرائض تک ہر قول ہر فعل اور ہر حرکت کے لیے مکمل درس حیات ہے۔

ہزاروں درود و سلام ہوں اس خاتم الانبیاءؐ پر جو بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ مقدس اور محبوب تھا۔ جس کی تشریف آوری قصر نبوت کی تکمیل کا باعث ہوئی۔ جس کے ظہور پر ہر قسم اور ہر نوعیت کی نبوتوں کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے بھیجنے والے پروردگار نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ "اے انسانو! علاقائی نبوتوں اور وقتی ہدایتوں کا عہد گذر چکا اب سب سے آخری اور عالمگیر نبوت مکمل ہدایت کی صورت میں جلوہ فرما ہو چکی ہے۔ اب دنیا میں جس کسی کو عروج اور ہدایت و نور ملے گا وہ اسی کے قدموں میں ملے گا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

پیغمبر اسلام کے یوم پیدائش پر مسلمان جتنی خوشی کریں کم ہیں۔ لیکن ہم نے اس خوشگوار یاد کو تازہ کرنے کے لیے کیا کیا؟ میلاد و نعتیں پڑھ کر رات بھر جاگتے رہے اور عین صبح کی نماز کے وقت سو گئے۔ میلاد کی محفلوں پر بے انتہا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے لیکن انسانیت کی تعمیر کے لیے ہمارے پاس ایک پائی نہیں۔ وہ کروڑوں روپیہ جو ان دنوں ان پر خرچ کیا جا رہا ہے وہی اگر غرباء، یتیموں اور بیواؤں کی فلاح کے لیے خرچ کریں، قوم کی وہ بیٹیاں جن کے والدین تنگدستی کے ہاتھوں بے بس ہیں، ان کی شادیوں کا بندوبست کریں۔ وہ طالب علم جو افلاس کی وجہ سے تعلیم کی دولت سے محروم ہیں۔ ان کی امداد کریں تو اس میں ہمارے لیے دنیا و آخرت کی فلاح ہے اور محبوبؐ خداؐ کی رضا و خوشنودی بھی اسی میں ہے۔ کیونکہ آپؐ کی تعلیمات کا نچوڑ خدمت خلق ہے۔

بقیہ: انکار حدیث

بی بی صاحبہ نے کہا یہ تو میں نے پڑھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا فہو ذاک بس یہی تو بات ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقصد یہ تھا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے دراصل آپؐ کا فرمان ہے اور بندوں کو خدا نے اس کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ کہ پیغمبر جو کچھ دیں اور جس چیز کا حکم کریں اس کو مان لینا چاہیئے۔ خواہ قرآن حکیم کے نام سے وہ چیز دی گئی ہو یا اس کو قرآن کا نام نہ دیا گیا ہو۔ اگر دین کا مدار صرف قرآن پر ہوتا تو اطیعوا الرسول کی بجائے اطیعوا القرآن کہا جاتا صرف اطاعت رسول کو ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ اطاعت کے ساتھ ساتھ آپ کے فیصلہ کو حرف آخر اور آپ کے فیصلہ سے روگردانی کو ضلالت و گمراہی قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ احزاب میں ارشاد گرامی ہے۔

وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ جب اللہ اور اللہ کا رسول کسی معاملہ میں فیصلہ فرما دیں تو کسی مومن اور مومنہ کو اپنی رائے اختیار کرنے کا کوئی حق نہیں۔ جو ایسا کرے گا نافرمان کہلائے گا۔ اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنے والا صریح گمراہ ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں کئی چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ اللہ اور رسول کے فیصلے کے بعد کسی کو کوئی اختیار نہیں۔

۲۔ جس طرح اللہ کے فیصلہ سے انحراف کرنے والا مومن نہیں رہ سکتا بعینہٖ اسی طرح فیصلہ رسول سے منحرف ہونے والا بھی مومن نہیں رہ سکتا غور فرمائیے اس آیت شریفہ میں دو فیصلوں کا ذکر ہے ایک اللہ کا فیصلہ جو قرآن حکیم میں مذکور ہے اور رسول کا فیصلہ جو کہ قرآن حکیم میں مذکور نہیں تو وہ حدیث ہی ٹھہری اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن سے سرتابی باعث ضلالت ہے اسی طرح حدیث سے سرتابی بھی باعث ضلالت ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے محفوظ رکھے

ثمرات الاوراق

مسلسل

انتخابِ لاجواب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل صاحب

جرأت مند قاضی

قاضی حفص بن غیاث کا مشہور واقعہ ہے کہ انھوں نے ہارون الرشید کے عہد میں ملکہ زبیدہ کے چہیتے پارسی مرزبان (وکیل) کے خلاف قرض کے ایک مقدمے میں ڈگری دے دی۔ پارسی وکیل مقدمے میں بار بار یہ کہہ کر زبیدہ کا حوالہ دیتا رہا کہ "المال علی السیدۃ" یعنی یہ حساب تو ملکہ زبیدہ کے ذمہ آتا ہے۔ میں تو محض ایک کارندہ ہوں۔ قاضی صاحب نے زبیدہ کے نام سے متاثر ہوئے بغیر اسے جیل بھجوا دیا۔ یہ خبر سارے بغداد میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ زبیدہ نے سنا تو غضبناک ہو کر سندی نامی غلام کو حکم دیا کہ میرے آدمی کو جیل سے نکال کر فوراً حاضر کرو۔ زبیدہ کے حکم کے آگے محکمہ جیل کے کارکنوں کی بھلا کیا مجال دم زدن تھی۔ انھوں نے قیدی کو رہا کر دیا۔ قاضی کو اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ یا تو زبیدہ کا پارسی (وکیل) جیل میں واپس کیا جائے گا یا پھر آئندہ میں عدالت کا اجلاس نہیں کروں گا۔ سندی پریشان ہوا کہ کہیں وبال میرے سر پر نہ پڑے۔ وہ زبیدہ کے سامنے گڑگڑایا کہ فی الحال پارسی کو جیل واپس کر دیجیے۔ زبیدہ مان گئی، اور پارسی کو واپس جیل بھیج دیا گیا۔ اتنے میں ہارون آگیا۔ ملکہ اس پر برس پڑی کہ تیرا یہ قاضی احمق ہے۔ اس نے میری توہین کی ہے۔ لہٰذا اسے فوراً معزول کر دیا جائے ہارون نے معاملہ سلجھانے کے لیے قاضی کے نام ایک پرچہ لکھا کہ پارسی کے معاملہ میں درگذر سے کام لیجیے۔ اُدھر قاضی حفص کو اطلاع ہوگئی کہ ایسا پرچہ آ رہا ہے۔ قاضی صاحب مقدمہ کی بقیہ کاروائی کو جلد جلد چکانے لگے کہ اسی اثنا میں قاصد فرمان لے کر آ پہنچا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ، میں اس کام سے فارغ ہو جاؤں۔ قاصد بار بار توجہ دلاتا رہا اور قاضی صاحب۔ ابھی ابھی کہتے رہے یہاں تک کہ جب فیصلہ پر مہر عدالت ثبت ہو چکی تو انھوں نے قاصد سے فرمان لیا اور اسے پڑھ کر قاصد کو کہا کہ امیر المومنین سے میرا سلام عرض کرنے کے بعد کہنا کہ فرمان سے پہلے میں فیصلہ کر چکا تھا۔

قاصد نے کہا کہ فرمان کو لینے میں جو تاخیر آپ نے جان بوجھ کر کی ہے میں اسے خلیفہ کے گوش گزار دوں گا۔ مگر قاضی کی قوتِ ضمیر نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ انھوں نے یہ کہا کہ تیرا جو جی چاہے کہہ دینا۔ قاصد نے واپس آکر سارا قصہ سنایا۔ ہارون برافروختہ ہونے کے بجائے خوب ہنسا اور ساتھ ہی دربان کو حکم دیا کہ ۳۰ ہزار درہم کے توڑے قاضی حفص کو بھجوا دو۔ لیکن ملکہ زبیدہ کا پارہ اور بھی چڑھ گیا۔ اس نے صاف صاف کہا کہ اب نہ میں تمہاری نہ تم میرے جب تک کہ قاضی حفص کو منصب قضا سے الگ نہ کرو۔ بالآخر بات اس پر ختم ہوئی کہ قاضی حفص کا تبادلہ کوفہ میں کر دیا گیا۔

(امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی مصنفہ مولانا مناظر احسن گیلانی ص۱۴۱)

امانت کا امتحان

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک غلام چرواہے کے پاس سے گذرے جو اپنے آقا کی بکریاں چرا رہا تھا۔ ارادہ کیا کہ اس کی امانت کا امتحان لیں۔ پوچھا "ان میں سے کوئی بکری بیچو گے؟ وہ بولا۔ مالک یہاں نہیں ہے۔ ابن عمر نے کہا، "دے دو کہہ دینا بھیڑیا کھا گیا۔

راعی نے جواب دیا خدا سے ڈرو!" عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس واقعہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس غلام کو اس کے مالک سے خرید لیا اور پھر اسے آزاد کر دیا۔

بکریوں کا گلہ بھی خرید لیا اور اسی آزاد کردہ غلام کو ہبہ کر دیا۔

نوشیروان کا عدل

ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی سے ایک مکان خریدا۔ مشتری نے مکان خریدنے کے بعد، وہاں ایک خزانہ پایا اور فوراً بائع کے پاس پہنچا

آپکا اصلی کام ہر ایک سے رشتہ جوڑنا

چالیس سے ستر کروڑ تک زمین کے بسنے والوں کی فکر و نظر سوجھ بچار۔ رنگ۔ ڈھنگ۔ چال۔ ڈھال۔ سج دھج۔ حیات و ممات جس ایک اور صرف ایک ذات قدسی صفات وصلوٰۃ اللہ علیہ السلام کی بدولت دنیا کی ساری قوموں کے مقابلے میں اپنے اندر نئی شان نئی آن و بان رکھتی ہے۔ وہی جو کٹنا نہیں بلکہ ہر ایک سے جڑنا چاہتی ہے کہ توڑنا نہیں بلکہ ہر ایک سے رشتہ جوڑنا۔ یہی اس کا سب سے بڑا دینی فریضہ ہے۔ شکل و صورت، رنگ و روپ بول چال کے سارے اختلافات گھروں اور گھرانوں کے سارے امتیازات مٹا کر سچائیوں کے اس لازوال قدرتی ذخیرہ پر جو سب کا موروثی ترکہ ہے اس پر خود بھی جمنا اور ایک ماں باپ (آدم و حوا) کے بچوں کو شک و اشتباہ کی دلدلوں سے نکال کر یقین کی روشنی میں اسی پر جما دینا اسی امت کا قومی نصب العین ہے۔ جسے اور جس کے پیشوا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا کی قومیں جو بھی تعلق رکھتی ہوں لیکن وہ تو سب کے بڑوں کی بڑائی پر مذہباً مجبور ہے قرآن میں اس کو سکھایا گیا ہے۔ تمہارے لئے جس دین کو خدا نے بنایا ہے۔ یہ وہی دین ہے جس کی وصیت اللہ نے نوح (علیہ السلام) کو کی اور اس کی وحی ہم تم پر کر رہے ہیں۔ اور ابراہیم (علیہ السلام) کو بھی ہم نے اس کی وصیت کی تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم یہ ہے کہ استوار کرو دین کو اور اس میں بکھیر یو مت۔

اسلام کا تعلق دوسرے ادیان سے

اسی ذات قدسی صفات کی پیدائش کا یہ مبارک مہینہ ہے۔ جس کا دنیا کے کسی سچے دین اور دھرم سے تردید و تکذیب کا نہیں بلکہ صرف تصدیق و تجدید و تکمیل کا واحد تعلق ہے مٹنے کے بعد جو کھویا گیا تھا۔ وہ بھی اور آئندہ جو کچھ مل سکتا تھا سب کو اسی کے ذریعہ محفوظ ترین شکل میں عطا کر کے قدرت نے نبوت ختم کر دی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا ماننے والا سب کا ماننے والا ہے۔ ان کی کتاب کا پڑھنے والا سارے جہان کی آسمانی کتابوں کا پڑھنے والا ہے۔ باطن کی عالمگیریوں کے ساتھ ان کا ظاہر بھی ہمہ عزیز تھا۔ وہ بڑے خوبصورت تھے۔ چہرہ مبارک میں گویا آفتاب تیر رہا ہے۔ دیکھنے والوں نے اپنا یہ احساس ظاہر کیا ہے۔ سرخ دھاریوں کی چادر دوش مبارک پر پڑی ہوئی تھی۔ چاندنی رات میں مقابلہ کیا گیا ہے تو چودھویں رات کا چاند نظروں میں پھیکا پڑ گیا۔ مسکراتے وقت بشرۂ انور چمک اٹھتا ایسا کہ جیسے کھرے سونے یا کندن کی کوئی تختی چمک رہی ہو۔ دندان مبارک سے جب گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ ان سے شعاعیں جھانک رہی ہیں کرنیں چھوٹ رہی ہیں۔ حالانکہ بینی مبارک زیادہ بلند نہ تھی۔ لیکن ناک کے بانسوں پر ایک قسم کا نور پھوٹتا رہتا تھا۔ جس سے شبہ ہوتا تھا کہ آپ اشم یعنی غیر معمولی اونچی ناک والے ہیں۔ نہ زیادہ پست بلکہ موزوں اور درمیانہ قد گداز بدن گٹھا ہوا۔ جوڑ بند مضبوط اطراف کی ہڈیاں مثلاً کہنیوں، کلائیوں، گھٹنوں، ٹخنوں کی ہڈیاں مضبوط موٹی اور بھاری ابھری ہوئی گورا، درخشاں، سرخی آمیز چہرہ کا رنگ تھا۔ جو بالکل گول گول تو نہ تھا۔ لیکن گولائی لئے ہوئے گویا بیضوی شکل گھنی سیاہ داڑھی، رخسارے نہ ڈھلکے ہوئے نہ ابھرے ہوئے آنکھوں کے شگاف لمبے لمبے سیاہ پتلیاں بغیر سرمہ کے سرگیں معلوم ہوتی تھیں۔ پہلی نظر میں دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا۔ لیکن میل ملاپ

کے لیے آپ اس کے لئے محبوب بن جاتے خوشی کے وقت نگاہیں جھک جاتیں۔ غصہ کی حالت میں رخ پھیر لیتے گھنے سیاہ بالوں سے بھرے ہوئے دونوں ابروؤں کے بیچ میں ذرا سا فاصلہ تھا۔ اسی میں ایک رگ تھی۔ جو حالت غضب میں جنبش پذیر ہو جاتی۔ سر کے بال بھی سیاہ، نہ بالکل سیدھے، نہ بالکل گھونگر والے، درمیانی کیفیت تھی۔ اتنے گھنے تھے کہ کنگھی کے بغیر مانگ نکلتی کبھی کانوں کی لو تک، کبھی نصف کان تک، کبھی اتنی نیچے زلفیں ہوتیں کہ مونڈھوں تک لوٹتی رہتیں۔ جسدِ مبارک عموماً صاف بالوں سے پاک تھا۔ صرف کہنیوں کے نیچے اور بُن گردن سے ناف تک ایک پتلی لکیر گھنے بالوں کی تھی۔ پیشانی مبارک چوڑی روشن، بلند، کشادہ سینہ، وسیع مونڈھے، گردن مبارک اتنی چکنی صاف جیسے چاندی کی ڈھلی ہوئی گڑیا۔ بلکہ سارا جسم مبارک بعضوں کو چاندی کا ڈھلا ہوا پتلا ہی معلوم ہوتا تھا۔ انگلیاں گداز پر گوشت گوری گوری، ہتھیلی بھی مضبوط ابھری ہوئی۔ لیکن دیباو حریر سے بھی زیادہ نرم، قدم مبارک بھاری بھاری البتہ پنڈلی اور ایڑیوں میں گوشت کم تھا۔ پشت مبارک پر بائیں شانے کی ہڈی کے نیچے سرخ گوشت کا ایک ابھرا ہوا ٹکڑا کبوتر یا چکور کے انڈوں کے برابر جس میں چند تل تھے اور چند بال بھی تھے۔ ہاتھ کی لکیریں ہاتھ والوں کی خصوصیتوں کی سمجھا جاتا ہے کہ ترجمان ہوتی ہیں۔ اسی طرح ختم نبوت کی علامت پشت مبارک کی یہ خاص چیز تھی۔ ۶۳ سال کی عمر تک تازگی کا یہ حال کہ بمشکل چودہ پندرہ بال سر اور ڈاڑھی میں سفید تھے۔ تیل لگانے اور کنگھی کرنے سے ان کا بھی پتہ نہ چلتا۔ جسم مبارک کی ترکیب ایسے لطیف اور پاکیزہ عناصر سے ہوئی تھی۔ کہ جس طرح بعض کثیف اخلاط والوں کا پسینہ سخت بدبودار ہوتا ہے۔ برعکس اس کے آپ کے پسینہ میں ایک قدرتی خوشبو تھی۔ بعض لوگ عطر کی جگہ اسے استعمال کرتے یوں بھی بدبو سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ کچا لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں آنے کی لوگوں کو سخت ممانعت تھی۔ عطر اور خوشبو آپ کو فطرۃً مرغوب تھی، جس طرف سے نکل جاتے فضا معطر ہو جاتی۔

عاداتِ مبارک

فطرتاً آپ نرم دل، نرم خو، سیر چشم، کنواری لڑکیوں سے زیادہ شرمیلے تھے۔ بناوٹ، تکلف، تشخص، نمود، تفوق سے آپ کو دور کی بھی مناسبت نہ تھی۔ بچوں، بوڑھوں، دیہاتیوں سبھی طرح کے لوگوں سے ہنستے بولتے ابو زاہر نامی بدوی سے آپ کو خاص تعلق تھا وہ بڑے تن و توش کے آدمی تھے۔ عین بازار میں پیچھے سے اکثر ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرماتے۔ میرے اس غلام کو کوئی ہم سے خریدتا ہے۔ (ابو زاہر کہتے تو آپ کا سودا بڑا کھوٹا ہوگا۔ اے اللہ کے رسول، لیکن آپ فرماتے کہ لیکن اللہ کے نزدیک بڑا قیمتی ہے) باوجود خادم کے گھر کے کاموں میں خود ہی ہاتھ بٹاتے جھاڑو بھی دیدیتے جوتیاں بھی گانٹھ لیتے، پیوند بھی لگا لیتے۔ براہِ راست باوجود پیغمبر ہونے کے عموماً خود کسی کو نہیں ٹوکتے، دوسرے لوگوں سے کہلاتے یا عام طریقہ سے خطاب کرتے مجلس میں جہاں جگہ ہوتی بیٹھ جاتے مصنوعی تعظیم و تکریم کو پسند نہیں فرماتے۔ حرام چیزوں کے سوا جائز امور میں پستی اور بلندی پر اصرار نہ تھا۔ جو کی روٹی، خشک کھجور ستو بھی کھا لیتے۔ ضرورت کے وقت پیٹ پر پتھر بھی باندھا لیکن اس کے ساتھ دودھ، گھی، پنیر، روغن زیتون، شہد، سرکہ، کباب، بھنی ران، انڈے، مرغ، سرخاب، شکاری جانور کے گوشت، کلیجی، گردے، کدو، چقندر، خربوزہ، ککڑی، کھیرے سب ہی استعمال کرتے۔ کھانے میں سیاہ مرچ اور دوسرے مسالے بھی ڈالے جاتے۔ ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا۔ غلاموں کی دعوت بھی قبول فرما لیتے۔ جو کی روٹی، پرانی چربی لاکر میزبان رکھ دیتا تو کھا لیتے۔ کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے نہ پسند ہوتا تو چھوڑ دیتے۔ گھر میں کھانا ہوتا تو کھا لیتے ورنہ روزہ کی نیت فرما لیتے۔ لباس کا بھی یہی حال تھا۔ جس لباس میں وفات ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ پیوند لگا ہوا کمبل اور گاڑھے کی لنگی تھی۔ زرد رومال آخری بیماری میں درد سر کی شدت سے سر میں باندھے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ قمیص (کرتہ) بہت پسند تھا، شلوار پہنی نہیں لیکن پسند فرمایا۔ سرخ، سبز دھاریوں کی چادریں سیاہ یا دوسرے رنگ کے عمامے تنگ آستینوں کا رومی جبہ سیاہ رنگ کی خط دار عبا، چمڑے کے موزے دو دو تسموں کی نعلیں اس قسم کی چیزیں بھی استعمال فرماتے، چاندی کی انگوٹھی چاندی کے قبضہ کی تلوار، آہنی خود بھی پہنتے۔ مسجد میں کھلے فرش پر ہی لیٹ جاتے تکیہ لگا کر بھی بیٹھتے، خرما کی چھال سے بھرا ہوا گدا دوہرا کیا ہوا ٹاٹ آپ کا عام بستر تھا۔ باغوں اور کھلیانوں کی جھونپڑیوں میں کبھی جاکر سو رہتے سفر میں درختوں کے نیچے بھی سرخ چمڑے کے خیموں میں بھی آرام فرماتے۔ مکان کی

البتہ نگاہ میں بہت کم اہمیت تھی آخر جس مکان سے بتانے والوں کے جانے سے نکلیں وہ دلچسپی کی کیا چیز ہو سکتی۔ مسجد نبوی کے اطراف کے حجروں کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی۔ دروازوں پر ٹاٹ پڑا رہتا۔ چھت اتنی بلند کہ ہاتھ سے چھوئی جا سکتی تھی لیکن اسی کے ساتھ دو منزلہ مکانوں میں بھی آپ فروکش ہوئے۔ مشربہ (بالاخانہ) بھی بنوائی تھی۔ اُم ابراہیم کے باغ میں بھی مشربہ تھا۔ جس میں کبھی کبھی آرام فرماتے، سواری کی ضرورت محسوس فرماتے تھے۔ اسی لئے اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے، عرب کی عام سواریوں پر سوار ہوتے عصباء۔ قصواء آپ کی سانڈنی عرب کی مشہور سانڈنی تھی۔

الحاصل زندگی کے ان تمام شعبوں میں پستی و بلندی کے کسی خاص طرز پر اصرار نہ تھا۔ تاہم مختصر گیری کے ساتھ مزدوروں، ضعیفوں غریبوں خستہ حالوں کی تسلی کے لیے غربت ہی کی حالت کو زیادہ پسند فرماتے۔ اس کی دعا فرماتے۔ روحانی قوتوں کے سوا آخر عمر میں سارے عرب کی حکومت کی شکل میں مادی قوت آپ کو مل چکی تھی لیکن بے تکلفی کا جو حال تھا برابر باقی رہا۔

زمانہ جنگ وجدل

یوں تو آپ کی زندگی ہر زمانے میں ہر فرد انسانی کے لئے اپنے اندر بہترین نمونہ رکھتی ہے۔ لیکن دنیا پچھلے چند سالوں سے خوف و وحشت، فساد و بدامنی کے جس حال میں گرفتار ہے چاہا جائے تو اس وقت آپ کے نمونہ سے بہترین علاج نکالا جا سکتا ہے۔ ہم تو سال دو سال سے اس حال میں ہیں۔ عرب صدیوں سے فساد و خونریزی کا گہوارہ تھا۔ کسی کی جان و مال عزت و آبرو اس ملک میں محفوظ نہ تھی۔ نہ داد تھی نہ فریاد۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کا شکار بنا ہوا تھا۔ فساد و فتنہ کے اس ماحول میں تربیت و تعلیم کے تمام ذرائع سے محروم تقریباً (۲۵) سال کی عمر تک بکریوں اور اونٹوں میں جس نے زندگی گزاری تھی اس نے کچھ نہیں صرف ایک فکری اور ذہنی انقلاب کا مطالبہ کیا مخلوقات سے منہ موڑ کر صرف خالق ہی کو اپنا آلہ اگر بناتے ہو تو عرب کی بھی جہنم کے بدلے امن و امان کی فردوس ہی نہیں۔ بلکہ وہ سب نہیں مل سکتا ہے۔ جس کی متلاشی فطرت انسانی ہے۔ کچھ دن کی کش مکش کے بعد لوگوں نے بات مان لی۔ صرف دس سال کی مختصر مدت میں جن سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان کی آئندہ نسلوں ہی کو نہیں بلکہ ان ہی کی اکثریت کو وہ سب کچھ دکھا دیا گیا۔ یہ تو اس زندگی میں اور دوسری زندگی میں جو

کچھ دیکھیں گے ان کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً ؕ

(زمین کی خلافت بخشی جائے گی۔ اس دین کو قائم بخشا جائے گا۔ جو ان کے لیے پسند کیا گیا۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا) کا وعدہ "ولیعبدوننی ولا یشرکون بی شیئاً" (مجھی کو پوجے جاؤ میرا ساجھی کسی کو نہ بناؤ) کے ساتھ مشروط تھا۔ شرط پوری کی گئی وعدہ پورا ہوا۔

آج بھی وعدہ وہی ہے شرط پوری کرو وعدہ پورا ہوگا۔

بقیہ : شذرہ

لیکن کیا انہیں شہید کروا کر یار لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے؟

نہیں اور ہرگز نہیں، انہیں معلوم کر لینا چاہیے کہ ظلم ہے وہ بہرحال مٹ جاتا ہے اور آخری فتح صاحب عزم و استقامت اور بلند کردار لوگوں کی ہوتی ہے۔

ارباب حکومت ناحق خون کی تلافی کر دیں تو یہ ان کی دنیا و عقبیٰ کے لیے بہتر ہوگا۔ بصورت دیگر ؂

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا!

بقیہ : انتخاب لاجواب

[illegible] اس سے کہا۔

"یہ خزانہ آپ کا ہے لیجئے" بائع نے کہا "میں تمہارے ہاتھ بیچ چکا ہوں۔ مجھے خبر بھی نہیں تھی کہ اس میں خزانہ ہے۔ اب اگر نکلا ہے تو وہ میرا نہیں تمہارا ہے"

دونوں ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوئے نوشیروان کے پاس پہنچے۔ اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا: تم دونوں صاحب اولاد ہو؟ ایک نے کہا "ہاں ایک لڑکا ہے" دوسرے نے کہا "میری لڑکی ہے" نوشیروان نے لڑکے اور لڑکی کی شادی کروائی اور اس طرح دونوں کا جھگڑا ختم ہوگیا۔

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

یہ کتاب ضلع جھنگ کی مشہور درسگاہ "جامعہ محمدی" کے مدرس اعلیٰ حضرت مولانا محمد نافع صاحب کی کاوش قلمی کی مرہون ہے۔ درمیانہ سائز کے پونے پانچ سو صفحات کے لگ بھگ خوبصورت جلد کے ساتھ یہ کتاب جامع محمدی شریف ضلع جھنگ کے دار التصنیف سے مل سکتی ہے۔ قیمت درج نہیں۔

فاضل مصنف نے اپنی کتاب کے لیے قرآن مجید کے ایک ٹکڑے کو منتخب فرمایا یعنی "رحماء بینہم" جس کا معنی ہے کہ آپس میں رحم دل ہیں۔ یہ بات اللہ رب العزت نے سورۂ فتح کے آخری رکوع میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی منقبت میں ارشاد فرمائی۔ اس سے پہلے ان کے کافروں کے معاملہ میں سخت ہونے کا تذکرہ ہے اور اس ٹکڑہ میں ان بزرگوں کے باہمی تعلق کا ذکر کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان چاہے وہ حضور علیہ السلام سے خاندانی تعلق رکھتے تھے یا نہیں آپس میں انتہائی رحم دل اور شیر و شکر تھے۔ اس سلسلہ میں اگرچہ قرآن و سنت سے بڑھ کر کسی کی بات کی کوئی اہمیت نہیں لیکن دشمن کے وار کو روکنے کے لیے اور اس کے جھوٹے پروپیگنڈے کے ازالہ کے لیے دشمن کے گھر کی بات زیادہ اہم ہوتی ہے۔ جیسا کہ خدا نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا فرما کر دشمنان یوسفؑ کو لاجواب کیا۔

فاضل مصنف نے اس اصول ربانی پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی باہمی دشمنی و عناد کے جھوٹے افسانے گھڑنے والے حضرات کے ذمہ دار مصنفین کی کتابوں سے اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے جس کے بعد بھی حقائق کا انکار پرلے درجہ کی ہٹ دھرمی ہوگی۔

یہ کتاب پوری نہیں بلکہ اصل کتاب کا پہلا حصہ ہے جس میں پوری بسط و شرح کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے خاندان کے ساتھ خاندان مرتضوی و علوی کے اکابر و اصاغر کے مخلصانہ تعلقات اور باہمی احترام کی پوری تفصیل مرتب طریق سے پیش کر دی ہے۔ اس کے بعد اگلے حصوں میں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی خاندانِ علوی کے باہمی تعلق کا شرح و بسط سے تذکرہ ہوگا۔

سچی بات یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر طبیعت کو فرحت و سکون نصیب ہوا اور پھر جب عند المطالعہ یہ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری جیسے حضرات نے مصنف کو دل کھول کر داد دی ہے اور ان کی اس خدمت دینی کو بے حد سراہا ہے۔ تو اور زیادہ مسرت ہوئی۔

آج کے دورِ شر و فتن میں جبکہ لوگ آپس کے فسادات، جھگڑوں سے فرصت نہیں پاتے کتاب کا مطالعہ شمع ہدایت ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مصنف علام کو تا دیر سلامت رکھے اور ان کی سعی و کاوش کو ملت کی بہتری و فلاح کے لیے کارآمد بنائے۔

اردو قصیدہ بردہ

عبداللہ ھلال صدیقی کے قلم سے

علامہ بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قصیدہ بردہ کی ایک عالم میں دھوم ہے۔ اس کے برکات کی ایک دنیا معترف ہے اور اسی وجہ سے مختلف حضرات نے اس کے شروح و حواشی لکھے اور مختلف زبانوں میں ترجمے کئے۔

درج ذیل ترجمہ جناب عبداللہ ہلال صدیقی کے قلم گوہر رقم سے ہے جسے علامہ شمس الحق افغانی اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب زید مجدہما جیسے بزرگوں نے بنظر تحسین دیکھا ہے۔

ناشر، بیگم عائشہ باوانی وقف بنک ہاؤس ۱ حبیب اسکوائر ایم۔اے جناح روڈ کراچی ہیں جنہوں نے ذات رسالت سے اپنے بے پناہ جذبہ عشق رسالت کے پیش نظر ۱۰۰ صفحہ کے اس خوبصورت تحفہ کو مفت تقسیم کرنے کا اعلان کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ مترجم و ناشر دونوں کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین!

سرکولیشن مینیجر ہفت روزہ خدام الدین مولانا عبدالرشید انصاری کے دورے کا پروگرام

۱۳ مارچ ہفتہ۔ الٰہی مسجد منصور آباد۔
۱۴ ر ر اتوار۔ انوری مسجد سنت پورہ لائلپور میں تقریر
۱۵ ر ر پیر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں قارئین خدام الدین اور احباب سے ملاقات

۱۶ ر ر	منگل	مکی مسجد غلام محمد آباد کالونی لائلپور	بعد نماز عشاء
۱۷ ر ر	بدھ	کوثر مسجد اشرف پورہ لائلپور	
۱۸ ر ر	جمعرات	اکبری مسجد گوبند پورہ لائلپور	
۱۹ ر ر	جمعہ	جامع مسجد بلال شہید تاندلیانوالہ	

نوٹ: ملاقات اور رابطہ کے لیے روزانہ ۱۱ بجے سے ۲ بجے تک دفتر جمعیۃ علماء اسلام بٹ بلڈنگ بالمقابل ضلع کچہری سرکلر روڈ لائلپور

بچوں کا صفحہ

پیاری باتیں

قاضی ضیاء اللہ میانوی مدرسہ شبیریہ میانی ضلع سرگودھا

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد

کافر صرف یہی نہیں چاہتے کہ اسلامی حکومت میں کھلے بندوں کافرانہ قوانین نافذ ہو جائیں بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی قوانین سرے سے ناپید و نابود ہو کر رہ جائیں۔ ان کو اس حد تک مٹا دیا جائے کہ مسلمان اور اسلام کا کوئی اثر اور نشان یہاں باقی نہ رہے۔

تحمل مزاجی کا بے مثال مظاہرہ

بلخ کے قاضی ابو عبداللہ کو کسی دنیا پرست مولوی نے ناراض ہو کر نہایت ہی بُرا خط لکھا۔ اس خط میں قاضی صاحب پر لعن، طعن، ملامت اور گالیوں کی بوچھاڑ کی گئی تھی۔ عقلمند اور تحمل مزاج قاضی نے خط پڑھا اور جواب کی چند سطور تحریر کر کے بیس سیر صابن روانہ کر دیا۔ اور اپنے خط میں لکھا کہ "آپ کا خط موصول ہُوا نہایت عمدہ بیس سیر صابن پیشِ خدمت ہے۔ اس سے اپنی زبان، قلم اور نامۂ اعمال کو دھونے کا کام لیجئے۔ اور اگر یہ ناکافی ہو تو لکھیئے تاکہ مزید صابن روانہ کر دیا جائے۔

عدالتِ فاروق اعظمؓ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ شراب کے نشہ میں دھت زمین پر پڑا ہُوا ہے۔ حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا ہاتھ میں دُرّا موجود تھا۔ غصے میں دُرّا والا ہاتھ فضا میں بلند ہو گیا شرابی نے آپ کو گالیاں بکنی شروع کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے دُرّے والا ہاتھ گرا لیا اور ایک طرف ہو کر روانہ ہونے لگے۔ کوئی یہودی آپ کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا دوڑ کر قریب پہنچا۔ اور کہا عمرؓ! تم تو اس شرابی کو مارنے والے تھے پھر گالیاں دینے پر اس کو کیوں معاف کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا اس شخص نے گالیاں دے کر مجھے مشتعل کر دیا تھا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن غصے میں انصاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔

افلاطون کا فیصلہ

دونوں ہاتھ پشت پر باندھے افلاطون ٹہل رہا تھا۔ ایک شاگرد نے سوال کیا کہ استاذ کرامی قدر۔ کس کی موت پر لوگ آنسو بہاتے ہیں اور کس کی زندگی پر؟ افلاطون نے جواب دیا۔ عالم کی موت پر اور جاہل کی زندگی پر۔ ؎

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

ذہین لڑکا

یزید بن مہلب سے اس کے بیٹے نے دریافت کیا کہ ابّا جان! کیا آپ سخاوت کی بابت مجھے بتا سکتے ہیں کہ کیا ہے؟

یزید نے جواب دیا۔ بیٹے! سخاوت کی صحیح تعریف یہ ہے کہ سائل جو کچھ مانگے وہ اسے عطا کر دیا جائے۔

ذہین لڑکے نے مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔ ابّا جان! یہ عطاء تو اس کے سوال کے عوض ہو گئی، سخاوت کہاں رہی۔

باپ نے لاجواب ہو کر گردن جھکا لی۔